ناول، سماج اور تاریخ

پچھلے باب میں آپ نے پرنٹ کلچر کے فروغ کے بارے میں پڑھا اور یہ بھی پڑھا کہ ترسیل و ابلاغ کی نئی اقسام نے کس طرح لوگوں کی اپنے بارے میں سوچ کو یا ایک دوسرے کے ساتھ اپنے آپ کو منسلک کرنے کے طریقوں کو ایک نئی شکل دے دی۔ آپ نے یہ بھی دیکھا کہ پرنٹ کلچر نے کس طرح ادب کی نئی نئی اصناف کی تخلیق کے امکانات پیدا کر دیے۔ اس باب میں ہم ایسی ہی ایک صنف ناول کی تاریخ کا مطالعہ کریں گے۔ ایک تاریخ جو سوچ کے جدید طریقوں کی تشکیل سے بڑا قریبی رشتہ رکھتی ہے۔ ہم پہلے تو یورپ میں ناول کی تاریخ پر نظر ڈالیں گے اور اس کے بعد دیکھیں گے کہ یہ صنف ہندوستان کے بعض علاقوں میں کس طرح پھلی پھولی۔ آپ دیکھیں گے کہ ان کے باہمی اختلافات کے باوجود، دنیا کے مختلف حصوں میں لکھے جانے والے ناولوں میں مرکزی توجہ میں بڑی مماثلت ہے۔

© NCERT not to be republished

1 ناول کا ارتقا

ناول ادب کی ایک جدید صنف ہے۔ اس نے ایک میکانکی ایجاد۔ طباعت (پرنٹ) سے جنم لیا۔ ہم چھپی ہوئی کتاب کے بغیر ناول کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔ پرانے زمانے میں، جیسا کہ آپ نے دیکھا ہے (باب 7) کہ مسودے ہاتھ سے لکھے ہوئے تھے۔ ان کی گردش بڑے کم لوگوں کے درمیان تھی۔ اس کے برعکس طبع ہونے کے بعد ناول وسیع پیمانے پر پڑھے گئے اور بہت جلدی مقبول ہو گئے۔ اُس وقت لندن جیسے بڑے شہر بڑی تیزی سے ترقی کر رہے تھے۔ پرنٹ اور بہتر ذرائع ترسیل کی مدد سے چھوٹے قصبات اور دیہی علاقوں سے جڑ رہے تھے۔ ہم آہنگ ہو رہے تھے، ناولوں نے اپنے بکھرے ہوئے اور متنوع پڑھنے والوں میں بہت سی مشترکہ دلچسپیاں پیدا کر دیں۔ چونکہ قاری کہانی کی طرف کھنچے اور اس کے خیالی کرداروں سے اپنے آپ کو وابستہ کیا اس لیے وہ محبت اور شادی کے درمیان رشتے، عورتوں اور مردوں کے مناسب طرز عمل وغیرہ جیسے مسائل کے بارے میں سوچ سکے۔

ناول نے سب سے پہلے انگلستان اور فرانس میں مضبوط جڑیں پکڑیں۔ ویسے تو ناول نگاری 17 ویں صدی سے شروع ہوگئی تھی مگر اس کا صحیح فروغ و نشو نما 20 ویں صدی سے ہوا۔ انگلستان اور فرانس میں روائتی اشرافیہ اور جنٹل مینلی کلاسز (Gentlemanly classes) کے ساتھ ساتھ دوکانداروں اور کلرکوں جیسے نچلے متوسط طبقے کے لوگوں کے نئے گروپوں نے ناول پڑھنے والوں کا نیا حلقہ بنایا۔

پڑھنے والے بڑھے، کتابوں کے بازار میں وسعت ہوئی تو مصنفین کی آمدنیاں بھی بڑھیں۔ اس نے انھیں روسا و امرا کی سرپرستی اور مالی دست نگری سے آزاد کر دیا۔ اور مختلف ادبی طرزوں میں طبع آزمائی کرنے کی آزادی دی۔ اوائل 18 صدی کے ناول نگار ہنری فیلڈنگ نے دعویٰ کیا کہ ''وہ'' لکھنے کی ایک نئی قلمرو کا بانی''، تھا جہاں وہ خود اپنے ''قانون اور قاعدے وضع کر سکا۔ ناول نے لکھنے کے انداز کو لچکدار ہونے کا موقع دیا۔ والٹر اسکاٹ کو بہت سے اسکاٹش گیت یاد تھے اور اس نے بہت سے گیت جمع بھی کیے تھے جنھیں اس نے اسکاٹ قبائل کی باہمی لڑائیوں سے متعلق اپنے تاریخی ناولوں میں استعمال بھی کیا۔ دوسری طرف مراسلوں (Epistolary) پر مبنی ناولوں نے اپنی کہانی بیان کرنے کے لیے خطوط کے نجی اور ذاتی انداز کو استعمال کیا۔

18 ویں صدی میں لکھا جانے والا سیموئل رچرڈسن کا ناول پامیلا (Pamela) اپنی کہانی کا زیادہ حصہ دو محبت کرنے والوں کے درمیان ہونے والی خط کتابت کے وسیلے ہی سے سناتا ہے۔ یہ خطوط قاری کو ہیروئن کے دماغ میں چھپی ہوئی کشمکشوں کے بارے میں بتاتے ہیں۔

1.1 پبلشنگ کا بازار

ایک طویل عرصے تک پبلشنگ کے بازار نے غریب کو باہر رکھا۔ ابتدا میں ناول سستے نہیں تھے۔ ہنری فیلڈنگ کا ناول 'ٹام جونس' (1749) چھ جلدوں میں تھا اور قیمت تین شلنگ فی جلد تھی۔

نئے الفاظ

Gentlemanly classes ۔ لوگ جو اعلیٰ پیدائش اور اونچی سماجی حیثیت کا دعویٰ کرتے تھے۔ مناسب طرز عمل کے لیے انھیں معیار سمجھا جاتا تھا۔

Epistolary ۔ خطوں کے ایک سلسلے کے انداز میں لکھا ہوا۔

© NCERT not to be republished

یہ رقم مزدور کی ایک ہفتے کی کمائی سے زیادہ تھی۔

مگر جلدی ہی 1940 میں چلتی پھرتی لائبریریوں کے شروع ہونے کی وجہ سے کتابوں تک لوگوں کی رسائی نسبتاً آسان ہوگئی۔ چھپائی میں ہونے والی ٹکنالوجیکل ترقیوں نے کتابوں کی قیمتیں کم کیں اور مارکٹنگ میں ہونے والی اختراعات نے بکری میں اضافہ کردیا۔فرانس میں پبلشرز نے دیکھا کہ ناولوں کو گھنٹوں کے حساب سے کرائے پر دے کر وہ بے پناہ نفع کما سکتے ہیں۔ ناول، بڑے پیمانے پر تیار کی ہوئی پہلی چیز تھی جو بازار میں بکری کے لیے آئی۔ اس کی مقبولیت کے متعدد اسباب تھے۔ ناولوں کی تخلیق کی ہوئی دنیا قابل یقین ہوتی تھیں اور قاری کو اپنے اندر سمو لینے والی ہوتی تھیں اور بظاہر حقیقی لگتی تھیں۔ ناول پڑھتے وقت قاری کسی دوسرے شخص کی دنیا میں چلا جاتا تھا اور زندگی کو اس طرح محسوس کرنا شروع کر دیتا تھا جس طرح ناول کے کردار دنیا کو محسوس کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ناولوں نے آدمی کو نجی طور پر پڑھنے کے لطف سے آشنا کرایا ساتھ ہی دوستوں اور عزیزوں کے ساتھ مل کر پڑھنے کے مزے لینے اور کہانیوں پر تبادلۂ خیال کرنے کے مواقع بھی فراہم کیے۔ دیہی علاقوں میں لوگ جمع ہوتے، کوئی ایک شخص بلند آواز سے ناول پڑھتا اور اکثر سننے والے ناول کے کرداروں کی زندگیوں میں شامل ہوجاتے۔ Slough انگلینڈ میں اس طرح ناول سننے والوں کا ایک گروہ بظاہر یہ سن کر بہت خوش تھا کہ، رچرڈسن کے مقبول ناول کی ہیروئن پمیلا کی اسی کے گاؤں میں شادی ہوگئی تھی۔ خوشی میں وہ بھاگ کر چرچ گئے اور چرچ کی گھنٹیاں بجانے لگے۔

1836 میں ایک قابل توجہ واقعہ اس وقت ہوا جب چارلس ڈکنس کی کتاب پک وک پیپرز، ایک میگزین میں سلسلہ وار شائع ہونا شروع ہوئی۔ میگزین چوں کہ مصور اور سستے ہوتے تھے اس لیے ہردلعزیز ہوتے تھے۔ سلسلہ وار اشاعت لوگوں کو امید و بیم کی کیفیت کا مزہ لینے کا موقع دیتی تھی۔ قاری ہفتوں تک ناول کے کرداروں اور ان کی زندگیوں کے بارے میں بحثیں کرتے رہتے تھے۔ کچھ ایسا جیسے آج ٹیلی ویژن کے سیریلوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

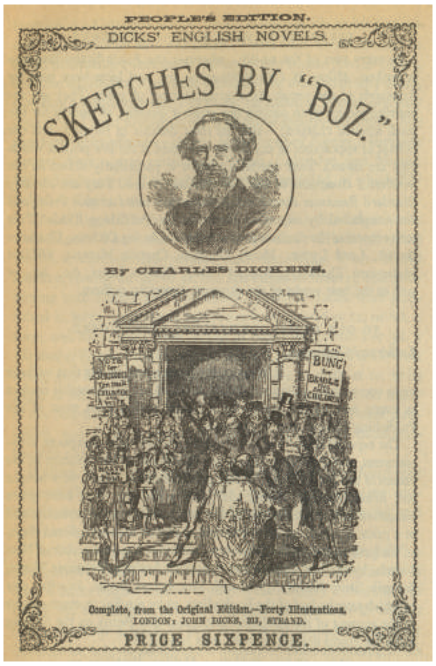

شکل 1–'Boz' کے اسکیچز کا سرورق چارلس۔ ڈکنس کی پہلی کتاب صحافتی مضامین کا مجموعہ تھی۔ کتاب کا نام تھا 'اسکیچز آف باز'

نئے الفاظ

Serialised۔ ایک طریقہ جس میں کہانی قسطوں میں شائع کی جاتی ہے۔

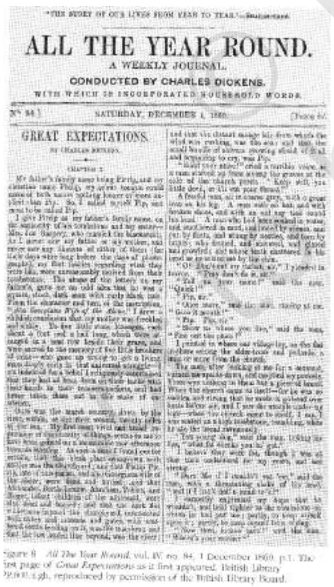
"THE STORY OF OUR LIVES FROM YEAR TO YEAR."—Shakespeare.

ALL THE YEAR ROUND.

A WEEKLY JOURNAL.

CONDUCTED BY CHARLES DICKENS.

WITH WHICH IS INCORPORATED HOUSEHOLD WORDS.

SATURDAY, DECEMBER 1, 1860.

GREAT EXPECTATIONS.

BY CHARLES DICKENS.

CHAPTER I.

شکل۔3— آل دی ایئر راؤنڈ' کا سرورق چالس ڈکنس کے مرتب کیے ہوئے اس میگزین کا سب سے اہم پہلو اس کے سلسلہ وار ناول تھے۔ یہ شمارہ بھی ایک ناول کی قسط سے شروع ہوتا ہے۔

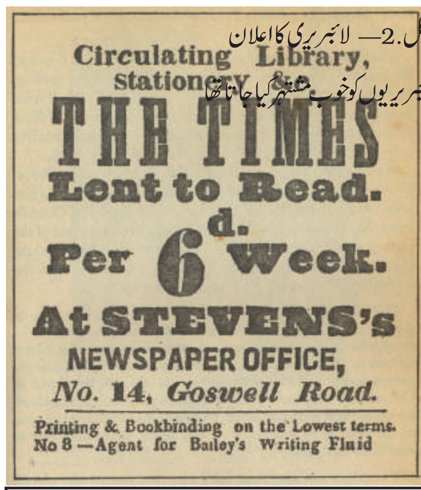

شکل۔2— لائبریری کا نوٹس

لائبریریوں کو خوب مشتہر کیا جاتا تھا

© NCERT not to be republished

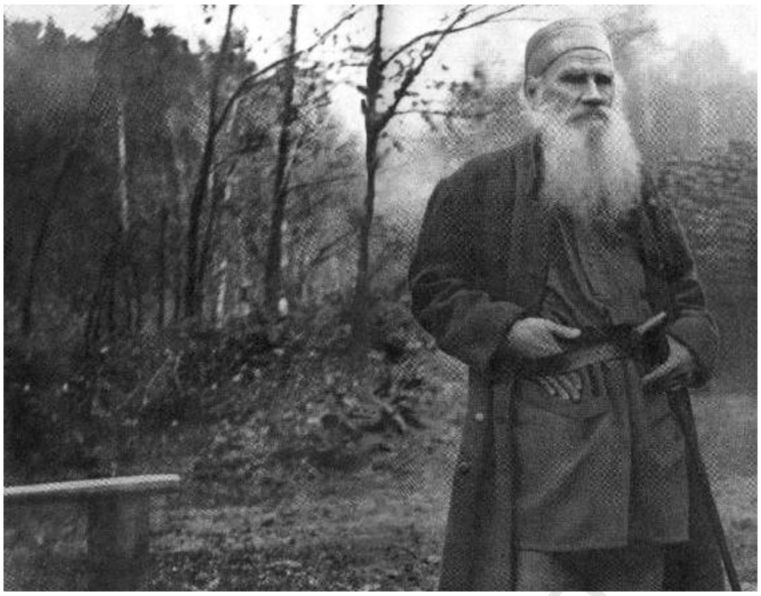

شکل .4— لیوٹالسٹائی (1828-1910) ۔ٹالسٹائی ایک مشہور روسی ناول نگار تھا۔جس نے دیہی زندگی اور دیہی لوگوں کے بارے میں بہت لکھا۔

1.2 ناول کی دنیا

تحریری ادب کی پہلے آنے والی قسموں کے مقابلے میں ناول عام آدمیوں کے بارے میں زیادہ ہیں۔ناول ان عظیم لوگوں کی زندگیوں پر یا ان کے اُن کارناموں پر توجہ نہیں مرکوز کرتے جنھوں نے ملکوں اور سلطنتوں کے مقدر بدل دیے اس کے بجائے یہ عام آدمی کی روزانہ زندگی کے بارے میں ہوتے ہیں۔

19 ویں صدی یورپ صنعتی عہد میں داخل ہوا۔فکٹر یاں اور کارخانے لگے، کاروبار میں منافع بڑھا اور اقتصادیات میں ترقی ہوئی۔مگر اسی سب کے ساتھ مزدوروں کے سامنے مسائل آئے۔ شہروں کی توسیع ہوئی مگر بے تکی اور بے قاعدہ شہر، تھکن سے نڈھال اور کم تنخواہوں کے مارے ہوئے مزدوروں سے بھر گئے۔ بے روزگار غریب روزگار کی تلاش میں سڑکوں پر گھومے اور بے گھر کام کی جگہوں پر پناہ لینے پر مجبور ہوگئے۔صنعت کی ترقی کے جلو میں ایک اقتصادی فلسفہ بھی آیا جس کا وظیفہ نفع کی جستجو اور مزدوروں کی بے وقعت زندگیاں تھا۔ان ترقیاتی سرگرمیوں کے کٹّر ناقد، چارلس ڈکنس جیسے ناول نگاروں نے لوگوں کی زندگیوں اور ان کے کرداروں پر صنعتیت کے بھیانک اثرات کے بارے میں لکھا۔اپنے ناول 'Hard Times' (1854) میں وہ ایک خیالی صنعتی شہر کوک ٹاؤن کا بیان کرتے ہیں۔ایک جگہ وحشتناک اور افسردہ، مشینوں سے بھری ہوئی، دھواں اگلتی ہوئی چمنیاں، مسموم پیلے پانیوں والے دریا اور ایک جیسی عمارتیں۔ یہاں مزدور 'ہاتھ' کے نام سے جانے جاتے ہیں گویا مشین چلانے والے کے علاوہ ان کی کوئی اور شناخت ہے ہی نہیں۔ڈکنس نے صرف منافعوں کی ہوس پر ہی اعتراض نہیں کیا بلکہ ان نظریات پر بھی تنقید کی جنھوں نے وجودِ انسانی کو محض پیداوار کا ایک ہتھیار بنا دیا تھا۔

تبادلۂ خیال کیجیے

بتائیے کہ ناولوں کی مندرجہ ذیل اقسام سے کس قسم کے ناول مراد ہیں:

Epistolary (مراسلاتی) ناول

سلسلہ وار ناول

ایسے ایک ایک ناول نگار کا نام بتائیے جس نے ان اقسام کے ناول لکھے۔

شکل.5— چارلس ڈکنس (1812- 1870)

© NCERT not to be republished

اپنے دوسرے ناولوں میں ڈکنس نے صنعتی امپیریلزم کے سائے میں بھیانک شہری زندگی کی تصویر کشی کی ہے۔اس کا ناول(1838) Oliver Twist ایک غریب یتیم بچے کی کہانی ہے جو چھوٹے جرائم پیشہ لوگوں اور بھک منگوں کی دنیا میں رہتا تھا۔ ورک ہاوس (شکل 6) کے ظالم ماحول میں پلنے بڑھنے کے بعد اولیور کو بالآخر ایک دولتمند آدمی گود لے لیتا ہے اور اس کی زندگی خوشی خوشی گزرنے لگتی ہے۔لیکن غریبوں کی زندگیوں سے متعلق تمام ناول قاری کو بخیر انجام کی مسرت سے نہیں نوازتے۔فرانس میں ایک نوجوان کان کن کی زندگی کے بارے میں ایمیل زولا کا ناول(1885) Germinal بڑی تلخ تفصیلات کے ساتھ کانوں میں کام کرنے والوں کی زندگیوں کے افسوسناک حالات بیان کرتا ہے۔ ناول کا اختتام انتہائی مایوسی پر ہوتا ہے، ہڑتال جس کی قیادت ناول کا ہیرو کرتا ہے ناکام ہوتی ہے، اس کے ساتھی مزدور خود اس کے خلاف ہوجاتے ہیں اور ساری امیدیں چور چور ہوجاتی ہیں

شکل 6.—ایک بھوکا اولیور اور کھانا مانگتا ہے جب کہ ورک ہاؤس کے دوسرے بچے خوف زدہ ہوکر دیکھ رہے ہیں۔
الیور ٹوئسٹ کی ایک تصویر

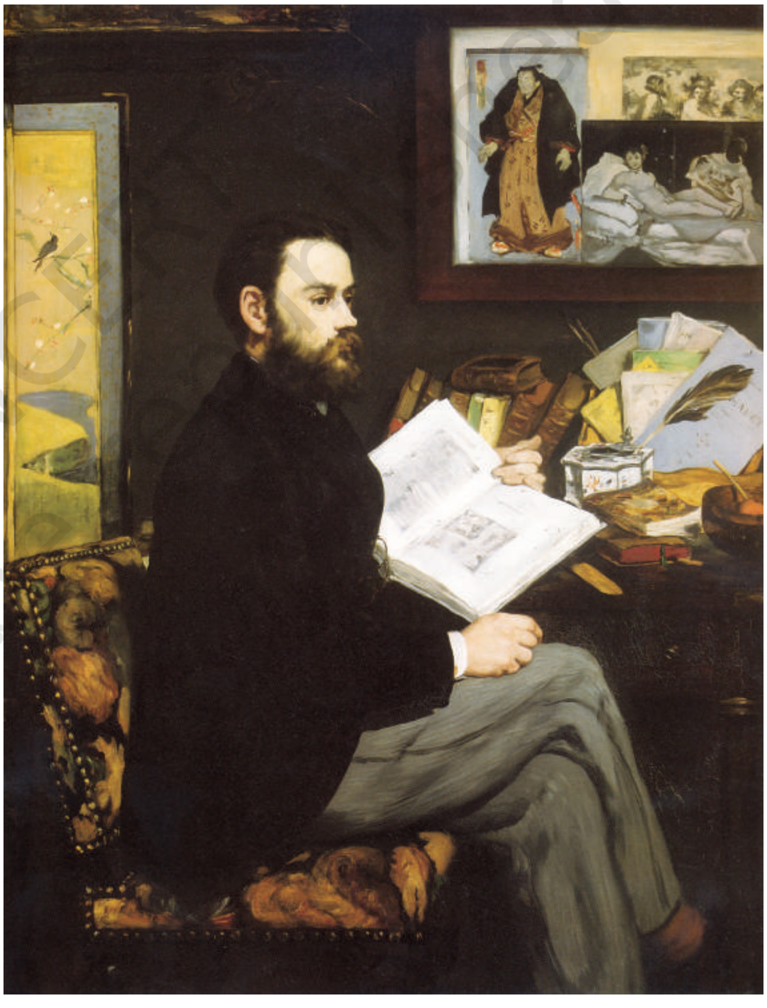

شکل 7۔ ایمیل زولا۔ایڈورڈ مینٹ کی بنائی تصویر (1868)
فرانسیسی مصنف زولا، مینٹ کا بنایا ہوا پورٹریٹ جس میں اسے اپنی کام کی میز پر بیٹھے ہوئے دکھایا گیا ہے۔کتابوں سے قریبی اور فکرانگیز تعلق کے ساتھ۔

1.3 کمیونٹی اور سوسائٹی

ناول پڑھنے والوں کی بڑی تعداد ان لوگوں کی تھی جو شہروں میں رہتے تھے۔ ناول نے ان لوگوں کے ذہنوں میں دیہی سماجوں کے مقدارت سے ایک رشتے کا احساس پیدا کردیا۔مثلاً 19 ویں صدی

کے برٹش ناول نگار ٹامس ہارڈی نے انگلستان کی اُن روائتی دیہی سماجوں کے بارے میں لکھا جو بڑی تیزی سے پردہ خفا میں جاری تھیں۔ حقیقتاً یہ وقت وہ تھا جب بڑے کسانوں نے باڑھ لگا کر زمینوں کی حد بندیاں کرلی تھیں، مشینیں خرید لی تھیں اور بازار کے لیے فصلیں پیدا کرنے کے واسطے مزدور ملازم رکھ لیے تھے۔ خود مختار کسانوں کا پرانا دیہی کلچر دم توڑ رہا تھا۔ اس صورت حال کا احساس ہمیں ہارڈی کی کتاب Mayor of Csterbridge (1886) میں ہوتا ہے۔ قصہ ایک کامیاب غلہ مرچنٹ مائکل ہنچارڈ کا ہے جو کھیتی باڑی کرنے والے قصبے کیسٹر برج کا میئر بن جاتا ہے۔ وہ ایک خود مختار ذہن رکھنے والا فرد ہے جو اپنے تمام کاموں میں اپنے طرز کار کی پیروی کرتا ہے۔ وہ بیک وقت انتہائی فراخ دل ہوسکتا ہے اور اپنے کارکنوں کے لیے اچانک ظالم بھی بن سکتا ہے۔ نتیجتاً وہ اپنے منیجر اور مدمقابل ڈونلڈ فارفرے کی برابری نہیں کرپاتا ہے جو اپنے کاروبار کو کارگزار انتظامی خطوط پر چلاتا ہے۔ وہ اپنی متوازن مزاجی کی وجہ سے لوگوں میں مقبول بھی ہے اور محترم بھی۔ ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ہارڈی کو اُس زیادہ نجی دنیا کے زیاں پر گہرا تاسف ہے جو اب نظروں سے اوجھل ہوتی جارہی ہے حالانکہ وہ اس دنیا کے مسائل سے بھی آگاہ تھا اور نئے نظام کے فائدے بھی اس کی نظر میں تھے۔ ناول میں زبان مقامی استعمال کی گئی ہے۔ وہ زبان جو عام آدمی بولتا ہے۔ بولی جانے والی مختلف زبانوں سے قریب آکر ناول، ایک ملک میں متنوع لوگوں کے درمیان ایک مشترک دنیا کا احساس پیدا کرتا ہے۔ ناول زبانوں کے مختلف انداز اور مختلف اسٹائلوں سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ایک ناول کلاسیکل زبان استعمال کرسکتا ہے اور اسے سڑکوں پر بولی جانے والی زبان سے ملا کر ان سب کو ایک ایسی مقامی بولی کا حصہ بنادیتا ہے جسے وہ استعمال کرتا ہے۔ ملک کی طرح ناول بھی بہت سی تہذیبوں کو ایک دوسرے کے قریب لاتے ہیں۔

شکل 8۔ ٹامس ہارڈی (1928-1840)

1.4 نئے زمانے کی عورت

ناول کا سب سے زیادہ ولولہ انگیز پہلو اس میں عورتوں کی شرکت کا تھا۔ 18 ویں صدی نے متوسط طبقات کو زیادہ خوشحال اور متمول ہوتے دیکھا۔ عورتوں کو بھی زیادہ وقت ملا۔ ناول پڑھنے کا بھی اور ناول لکھنے کا بھی۔ اور ناولوں نے عورتوں کی دنیا کی اُن کے جذبات ان کی شناخت ان کے تجربات اور ان کے مسائل کی تحقیق و تفتیش شروع کی۔

بہت سے ناول گھریلو زندگی کے بارے میں تھے۔ یہ ایک ایسا موضوع تھا۔ جس پر عورتوں کو تحکم کے ساتھ بولنے کی اجازت تھی۔ انھوں نے اپنے تجربات سے فائدہ اٹھایا اور خاندان کی زندگیوں کے بارے میں لکھا اور عوامی پہچان بنائی۔

نئے الفاظ

ورنا کیولر: ادبی زبان کے برعکس عام طور پر بولی جانے والی۔ مقامی بولی

© NCERT not to be republished

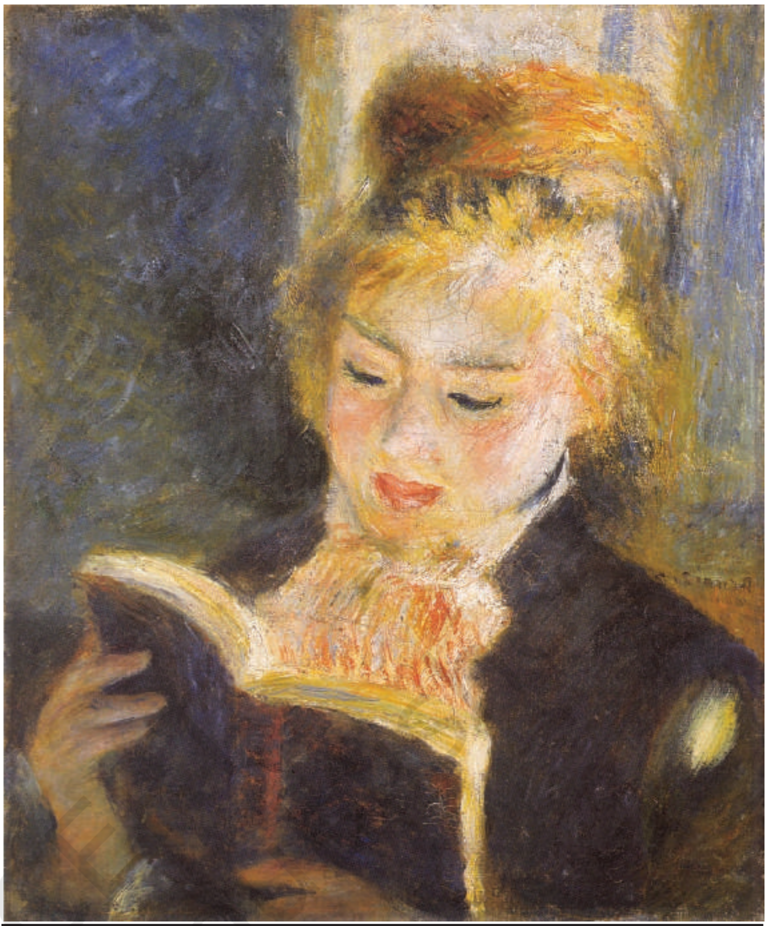

شکل .9— ایک لڑکی محو مطالعہ۔ جان رینائر کی پینٹنگ (1841-1919)۔ 19 ویں صدی تک خلوت میں خاموشی سے مطالعہ کرتی ہوئی خواتین کی تصویریں یورپین پینٹنگس میں بہت عام تھیں۔

شکل .10 ۔ایک ادیبہ کا گھر جارج گرواک شانک— جب عورتوں نے ناول لکھنا شروع کیا تو بہت سے لوگوں کو یہ ڈر ہوا کہ اب یہ لوگ ماں اور بیوی کے اپنے روایتی رول کو نظر انداز کریں گی اور گھر میں بدنظمی پیدا ہو جائے گی۔

جین آسٹن کے ناول بھی اوائل انیسویں صدی کے وضعدار دیہی سماج میں عورتوں کی دنیا کی جھلک دکھاتے ہیں۔ وہ ہمیں ایک ایسے سماج کے بارے میں سوچنے پر مائل کرتے ہیں جس نے اچھی شادیاں کرنے اور مال دار یا صاحب جائداد شوہروں کو تلاش کرنے والی عورتوں کی ہمت افزائی کی۔ جین آسٹن کی کتاب 'Pride and Prejudice' کا پہلا جملہ ہے ''یہ ایک عام طور پر تسلیم کیا ہوا سچ ہے کہ وافر دولت رکھنے والے کنوارے آدمی کو ایک بیوی کی تلاش ہوگی'۔ یہ مشاہدہ ہمیں اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ہم اہم کرداروں کے طور طریقوں پر نظر ڈالیں جو آسٹن کے سماج کی علامت ہیں شادی اور دولت کا خیال ان پر مسلط ہے۔

شکل.11— جین آسٹن
(1775-1817)

مگر خواتین ناول نگار، عورتوں کے صرف گھریلو رول کی ہی تبلیغ نہیں کرتیں۔ اکثر ان کے ناول ان عورتوں کی بات کرتے ہیں جنھوں نے سماج کے معینہ اور مستحکم اصولوں کو، اپنے آپ کو ان سے مطابقت دینے سے پہلے توڑا ہے۔ ایسی کہانیوں نے خواتین پڑھنے والیوں میں باغیانہ افعال سے ہمدردی کا جذبہ پیدا کیا۔ 1874 میں شائع ہونے والی Charlte Bronte کے ناول 'Jane Eyre' میں نوجوان جین کو ایک خود مختار اور ضدی لڑکی کی طرح دکھایا گیا ہے جب کہ اس کے زمانے کی لڑکیوں سے توقع کی جاتی تھی کہ وہ خاموش طبیعت اور خوش اطوار ہوں گی۔ جین دس برس کی عمر میں اپنے بڑوں کے بناوٹی پن (ریاکاری) پر بڑے صاف صاف لفظوں میں احتجاج

شکل.12— دی میرج کانٹریکٹ، ولیم ہوگارتھ (1697-1764)
جیسا کہ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ سامنے بیٹھے ہوئے دو آدمی شادی کے معاہدے پر دستخط کرنے میں مصروف ہیں جب کہ عورتیں دور پس منظر میں ہیں۔

کرتی ہے۔ وہ اپنی خالہ سے، جو اس سے ہمیشہ ہی خفا رہتی تھیں کہتی ہے ''لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ ایک اچھی عورت ہیں، لیکن آپ بہت بری ہیں ......آپ فریبی ہیں! میں آپ کو، جب تک میں زندہ ہوں، اب کبھی خالہ نہیں کہوں گی۔''

شکل.13— چارٹ برُونٹ (1816-1855)

باکس 1

خواتین ناول نگار

جارج ایلٹ (1819-1880) میری این ایوانس کا قلمی نام تھا۔ ایک بڑی مقبول ناول نگار۔ اس کا خیال تھا کہ ناولوں نے عورتوں کو آزادانہ اظہار کا ایک خاص موقع دیا ہے۔ ہر عورت اپنے آپ کو ایک لائق افسانہ نگار کی حیثیت سے دیکھ سکتی ہے۔ افسانہ، ادب کا ایک ایسا شعبہ ہے جس میں عورتیں مردوں کی برابری کر سکتی ہیں......کوئی تعلیمی پابندیاں عورتوں کو افسانوں کے مواد سے محروم نہیں کر سکتیں اور فن کی کوئی قسم سخت شرائط سے اس سے زیادہ آزاد نہیں ہے۔

جارج ایلیٹ: سلی ناولس بائی لیڈی ناولسٹس 1856

1.5 ناول نوجوانوں کے لیے

ناول نے نوجوانوں کے لیے ایک نئے قسم کے آدمی کو نمونے کی حیثیت سے پیش کیا۔ یہ آدمی طاقت والا تھا، اپنی بات کو زور اور اصرار کے ساتھ کہنے والا تھا، خودمختار، آزاد اور ہمت والا تھا۔ ایسے اکثر ناولوں کا محل وقوع یورپ سے دور مقامات میں تھا اور یہ جوکھم والی مہموں سے بھرے ہوئے تھے۔ مقامی باشندوں اور اجنبی ماحول کا مقابلہ کرتے ہوئے، مقامی زندگی سے مطابقت دیتے ہوئے بھی اور اسے تبدیل کرتے ہوئے بھی، علاقوں کو نوآبادیاں بناتے ہوئے اور وہاں کی قوموں کو ترقیوں کی راہ پر لگاتے ہوئے نوآبادکار جیالے بھی نظر آتے تھے اور عزت دار بھی۔ آر ایل اسٹیونسن کی کتاب 'ٹریجر آئی لینڈ' (1883) یا رڈیارڈ کپلنگ کی 'جنگل بک' (1894) جیسی کتابیں بے پناہ مقبول ہوئیں۔

جی اے ہینٹی کے لڑکوں کے لیے تاریخی ایڈونچر ناول بھی برٹش سلطنت کے عروج کے زمانے میں بہت پسند کیے گئے۔ انھوں نے اجنبی سرزمینوں کو فتح کا ولولہ پیدا کیا۔ ان ناولوں کا محل وقوع میکسیکو، اسکندریہ، سائبیریا اور بہت سے دوسرے ممالک تھے۔ یہ ہمیشہ نوجوان لڑکوں کے بارے میں ہوتے تھے جنھوں نے عظیم تاریخی واقعات دیکھے تھے کچھ فوجی کارروائیوں میں شریک ہوئے تھے اور انھوں نے وہ ہمت دکھائی تھی جسے انگلش کریج، کہتے ہیں۔

نوبالغ لڑکیوں کے لیے لکھی جانے والی عشقیہ کہانیاں پہلی پہلی بار اسی زمانے میں مقبول ہوئیں خصوصاً امریکہ میں ہیلن ہنٹ جیکسن کی کتاب 'رمونا' (1884) سارہ چانسی وولے کی جس نے سوسان کولج کے قلمی نام سے لکھا 'وہاٹ کیٹی ڈِڈ'، (1872) قابل ذکر ہیں۔

باکس 2

G.A. Henty (1832-1902) (جی۔اے۔ ہینٹی)

انڈر ڈریکس فلیگ (1883) میں دو ایلز۔ تھن مہم جو بظاہر اپنی یقینی موت کے سامنے ہیں مگر اس عالم میں بھی اپنے انگریزی پن پر اصرار کرنا انھیں یاد ہے۔

''نڈ۔ ہماری قسمت ہماری توقع سے زیادہ اچھی تھی۔ ہم اسی دن مر سکتے تھے جس دن ہم یہاں پہنچے تھے۔ ہم نے بڑھیا چھے مہینے ساتھ مل کر گھومنے میں گزار دیے میدانوں پر ایک شکاری کی طرح۔ اب اگر ہمیں مرنا ہی ہے تب بھی ایک انگریز اور ایک کرسچن کی طرح اپنا طرز عمل رکھنا چاہیے۔

1.6 نوآبادیات اور اس کے بعد

ناول کی ابتدا یورپ میں ایک ایسے وقت میں ہوئی جب یہ دنیا کے باقی ماندہ حصوں کو نوآبادیاں بنا رہا تھا۔ ابتدائی ناولوں نے قاری کو یہ محسوس کرا کے مدد دی کہ وہ بھی ساتھی نوآبادکاروں کے ایک برتر فرقے کا حصہ ہیں۔ ڈینیل ڈیفو کی کتاب 'رابن سَن کروسو' کا ہیرو ایک مہم جو ہے اور غلاموں کا تاجر بھی۔ ایک جزیرے پر جہاز ٹوٹتا ہے۔ کروسو وہاں کے کالے لوگوں کے ساتھ اپنے برابر کے لوگوں جیسا سلوک کرنے کے بجائے انھیں ایک کمتر مخلوق سمجھتا ہے۔ وہ ایک مقامی باشندے (نیٹیو) کی جان بچاتا ہے اور اسے غلام بنا لیتا ہے۔ وہ اُس سے اُس کا نام تک نہیں پوچھتا بلکہ بڑی بددماغی کے ساتھ اس کا نام فرائڈے رکھ دیتا ہے۔ مگر اس زمانے میں کروسو کا برتاؤ ناقابل قبول یا عجیب نہیں سمجھا جاتا تھا کیوں کہ اکثر ادیب نوآبادیات کو ایک فطری مظہر سمجھتے تھے۔ نوآبادیات کے تحت لوگوں کو قدیم دور کا ناپختہ اور جنگلی انسانوں سے کمتر سمجھا جاتا تھا اور ان لوگوں کو مہذب اور مکمل انسان بنانے کے لیے نوآبادیاتی حکمرانی کو ضروری خیال کیا جاتا تھا۔ یہ تو بہت بعد میں 20 ویں صدی میں ہوا کہ جوزف کونارڈ (1857-1924) جیسے ادیبوں نے ایسے ناول لکھے جن میں نوآبادیاتی تسلط کے تاریک پہلوؤں کو دکھایا گیا۔

نوآبادیات کے ماتحت زندگی گزارنے والے لوگوں نے بہرحال یہ سمجھا کہ ناول نے انھیں اپنی شناخت، اپنے مسائل اور اپنے قومی سروکاروں کی تفتیش کرنے کی راہ دکھائی تھی۔ آیئے اب ہم یہ دیکھیں کہ ناول ہندوستان میں کیوں مقبول ہوئے اور سماج کے لیے ان کی کیا اہمیت تھی۔

© NCERT not to be republished

2 ہندوستان میں ناول کی آمد

نثر میں کہانیاں، ہندوستان میں کوئی نئی بات نہیں تھی۔ 17 ویں صدی میں سنسکرت میں لکھی ہوئی بان بھٹ (Banabhatta) کی 'کادمبری' کی مثال پیش کی جاسکتی ہے۔ دوسری مثال 'پنچ تنتر' کی ہے۔ فارسی اور اردو زبانوں میں بھی مہم جوئی اور جیالے پن کی کہانیوں کی ایک طویل روایت ہے۔ جنھیں داستان کہا جاتا ہے۔

بہر حال یہ تخلیقات ویسے ناول نہیں تھے جیسے ناول آج ہم جانتے ہیں۔ ناول کی جدید ہیئت، ہندوستان میں 19 ویں صدی میں وجود میں آئی۔ جب ہندوستان کے لوگ مغرب کے ناول سے روشناس ہوئے۔ مقامی زبانوں کی ترقی طباعت کا چلن اور پڑھنے والوں کی تعداد میں اضافے نے بھی اس سارے عمل میں بڑی مدد کی۔ کچھ ابتدائی ناول بنگالی اور مراٹھی زبانوں میں لکھے گئے۔ مراٹھی زبان میں اولین ناول بابا پدمن جی کا 'یمنا پریتن (1857) تھا جس میں بیواؤں کی حالت زار بیان کرنے کے لیے کہانی سنانے کا سیدھا سادا طریقہ استعمال کیا گیا تھا۔ اس کے بعد 1861 میں لکشمن موریشور ہلبے کی 'کتاب مکت مالا' تھی یہ کوئی حقیقت پسندانہ ناول نہیں تھا۔ اس میں ایک خیالی عشقیہ بیان تھا جس کے سامنے ایک اخلاقی سبق بھی تھا۔

19 ویں صدی کے ناول نگاروں نے لکھا تو کسی مقصد کی خاطر لکھا۔ نوآبادیات حکمران ہندوستان کی عصری تہذیب کو گھٹیا اور کمتر سمجھتے تھے، دوسری طرف ہندوستانی ناول نگاروں نے ملک کے ایک ایسے جدید ادب کے فروغ کے لیے لکھا جو ملک وقوم سے وابستگی اور اپنے نوآبادیاتی آقاؤں سے ثقافتی برابری کا جذبہ پیدا کرے۔

مختلف علاقائی زبانوں میں ناولوں کے ترجموں نے ناول کی مقبولیت کو پھیلانے میں مدد کی اور نئے نئے علاقوں میں ناول کے فروغ ونشوونما کو تحریک بخشی۔

2.1 ناول جنوبی ہندوستان میں

جنوبی ہندوستان کی زبانوں میں ناول کی اشاعت نوآبادیاتی حکمرانی کے دوران شروع ہوئی بہت سے ابتدائی ناول ان کوششوں کا نتیجہ تھے جو انگریزی ناولوں کو ہندوستانی زبانوں میں ترجمہ کرنے کے لیے ہوتیں۔ مثال کے طور پر مالابار کے ایک سب جج او چندومینن نے بنجامن ڈیزریلی کے ناول Henrietta Temple کو ملیالم زبان میں منتقل کرنے کی کوشش کی۔ مگر جلدی ہی انھیں احساس ہوا کہ کیرالا میں ان کے قاری کرداروں کے اُن طور طریقوں سے مانوس نہ ہوں گے جو یہ کردار انگریزی ناول میں اپناتے ہیں۔ ان کے لباس، ان کے بولنے کے انداز اور ان کے ادب آداب قاری کے لیے بالکل اجنبی تھے۔ انگریزی ناول کے راست ترجمے بھی ان لوگوں کے لیے انتہائی بے کیف اور بے مزہ ہوں گے۔ اسی لیے انھوں نے اپنے اس خیال کو ترک کرکے

باکس 3

سارے مراٹھی ناول حقیقت پسندانہ نہیں تھے ناروسدا شیورسبد نے اپنی مراٹھی ناول منجوگھوش (1868) میں انتہائی آرائشی اسٹائل استعمال کیا۔ یہ ناول حیرت انگیز واقعات سے بھرا ہوا تھا اس اسٹائل کو استعمال کرنے کے لیے اسبد کے پاس جواز تھا۔ وہ کہتا ہے:

''شادی کی طرف ہمارے رویے اور بہت سے دوسرے اسباب کی وجہ سے ہندوؤں کی زندگیوں میں ہم نہ تو دلچسپ نقطہ ہائے نظر دیکھتے ہیں اور نہ ہی کوئی خوبیاں...... اگر ہم اپنی روزمرہ زندگی کے تجربات لکھیں تو اس میں لبھانے والی کوئی بات نہیں ہوگی اسی لیے اگر ہم کوئی دلچسپ کتاب لکھنے کا بیڑہ اٹھائیں تو ہمیں حیرت انگیز اور ناقابل یقین کو لینا ہی ہوگا۔''

شکل 14 — او چندومینن (1847-1899)

© NCERT not to be republished

''انگریزی ناول کی کہانیوں کے انداز میں ملیالم زبان میں ایک کہانی لکھی۔ یہ مزیدار ناول اندولیکھا' 1889 میں شائع ہوا ملیالم زبان میں یہ اولین جدید ناول تھا۔
آندھرا پردیش کا معاملہ حیرت انگیز طور پر بالکل اسی طرح کا تھا۔ ورسالنگم (1848-1919) نے اُلیور گولڈ اسمتھ کی 'وِکار آف ویکفیلڈ' کا تیلگو زبان میں ترجمہ کرنا شروع کیا، مگر انھوں نے کچھ ویسے ہی اسباب کی بنا پر اپنے منصوبے کو ترک کر دیا اور اس کی جگہ 1878 میں ایک اپنا طبع زاد تیلگو ناول 'راج شیکھر کریتامؤ' لکھا۔

شکل۔15— Pickwick Abroad سے ایک تصویر۔ جی ڈبلیو ایم رینالڈس کی لکھی ہوئی کتاب 'پک وِک ابراڈ' سے تصویر

رینالڈس، ایف میریان کرافورڈ اور ماری کوریلی جیسے 19 ویں صدی کے چھوٹے ناول گار نوآبادیاتی ہندوستان میں بہت مقبول تھے۔ ان کے ناول، جو تاریخی رومانس ایڈونچر اسٹوریز اور سنسنی خیز ناول تھے، آسانی سے ملتے تھے ان کے ترجمے ہوتے تھے اور انھیں متعدد ہندوستانی زبانوں میں اپنا (adopt) لیا جاتا تھا۔ رینالڈس کی پک وک ابراڈ' (1839) ہندوستان میں ڈکنس کے اوریجنل 'پک وک پیپرز' (1837) سے زیادہ مقبول تھی۔

2.2 ناول ہندی میں

شمالی ہندوستان میں نئے ہندی ادب کے سرخیل بھارتیندو ہریش چندر نے اپنے حلقے کے بہت سے شاعروں اور ادیبوں کو دوسری زبانوں سے ناولوں کو ہندی زبان میں منتقل کرنے پر اکسایا۔ ان کے زیر اثر حقیقتاً بہت سے انگریزی اور بنگالی ناول ہندی میں ترجمہ بھی ہوئے اور اپنائے بھی گئے۔ مگر پہلا باقاعدہ جدید ناول دہلی کے سری نواس داس نے لکھا۔
سری داس نواس کا ناول 1882 میں شائع ہوا تھا۔ نام تھا ''پریکشا گرو'' ناول نے امیر خاندانوں کے نوجوان لڑکوں کو بری صحبت کے خطرناک اثرات اور نتیجتاً بداخلاقی سے متنبہ کیا تھا۔
''پریکشا گرو'' نئے نئے وجود میں آتے ہوئے متوسط طبقے کی خارجی اور داخلی دنیا کی عکاسی کرتا ہے۔ ناول میں کردار نوآبادیات کے شکار سماج سے مطابقت پیدا کرنے اور ساتھ ساتھ خود اپنی

ثقافتی پہچان کے تحفظ کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔ ناول قاری کو زندگی گذارنے کے 'صحیح طریقے' بتانے کی کوشش کرتا ہے اور تمام ''سمجھدار لوگوں سے دنیادار (Worldly wise) اور عملی ہونے اور خود اپنی روایات اور اپنی تہذیب میں عزت و وقار کے ساتھ قدم جمائے رکھنے کی توقع کرتا ہے۔ ناول میں ہم دیکھتے ہیں کہ کردار دو مختلف دنیا کے درمیان کی خلیج کو اپنے عمل سے پُر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ زراعت کی نئی ٹکنالوجی اور نئے طور طریقوں کو اپناتے ہیں، تجارت کے طریقوں کو جدید بناتے ہیں، زبان کے استعمال میں تبدیلی لانے کی کوشش کرتے ہیں اور اسے مغربی سائنس اور ہندوستانی حکمت و دانش کے ابلاغ و ترسیل کے لائق بناتے ہیں۔ نوجوانوں کو اخبار پڑھنے کی ''اچھی عادت'' کی تلقین کی جاتی ہے۔ مگر ناول اس بات پر بھی زور دیتا ہے کہ یہ سب متوسط طبقے کی روایتی اقدار کو قربان کیے بغیر کیا جانا چاہیے۔ اپنی تمام نیک نیتی کے باوجود ''پریکشا گرو'' بہت پڑھنے والوں کو اپنی طرف متوجہ نہیں کر پایا۔ دراصل یہ اپنے اسٹائل میں کچھ بہت زیادہ ناصحانہ تھا۔

دیوکی نندن کھتری کی تحریروں نے ناول پڑھنے والوں کا ایک حلقہ پیدا کر دیا۔ ان کی بے پناہ بکنے والی کتاب 'چندر کانتا' حیرت انگیز تخیلی صورت گری کے نمونوں سے بھری ہوئی ایک عشقیہ کہانی ہے اس ناول کے بارے میں خیال ہے کہ اس نے اس زمانے کے تعلیم یافتہ طبقے میں ہندی زبان اور ناگری رسم الخط کو مقبول بنانے میں زبردست کردار نبھایا۔ اگرچہ ناول بظاہر ''مطالعے کے مزے'' کے لیے لکھا گیا تھا مگر یہ اپنے پڑھنے والوں کے خدشات اور ان کی آرزوؤں پر بھی دل چسپ روشنی ڈالتا ہے۔

یہ پریم چند کی تحریریں تھیں جن سے ہندی ناول کمال تک پہنچا۔ انھوں نے اردو میں لکھنا شروع کیا تھا مگر بعد میں ہندی میں لکھنے لگے۔ مگر رہے وہ دونوں زبانوں میں انتہائی موثر اور بارسوخ۔ انھوں نے قصہ گوئی' کے روایتی چلن سے بہت فائدہ اٹھایا۔ بعض ناقدین کا خیال ہے کہ ان کے ناول سیوا سدن نے جو 1916 میں شائع ہوا تھا، ہندی ناول کو تخیل اور خواب کی مملکت سے باہر نکالا۔ اور پند و نصائح اور گھٹیا تفریح سے دور ہو کر ناول کو عام آدمی کی زندگی اور سماجی مسائل کا آئینہ دار بنایا۔ سیوا سدن بنیادی طور پر سماج میں عورتوں کی زبوں حالی سے متعلق ہے۔ ناول کی کہانی میں کمسنی کی شادی اور جہیز جیسے مسائل بُنے ہوئے ہیں۔ ناول یہ بھی بتاتا ہے کہ ہندوستانی اعلیٰ طبقے نے ان چند مواقع کو جو انھیں نو آبادیاتی حکام سے ملے، کس طرح خود اپنے آپ پر حکومت کرنے کے لیے استعمال کیا۔

2.3 ناول بنگال میں

انیسویں صدی میں ابتدائی بنگالی ناول دو دنیا میں رہتے تھے۔ اکثر ناولوں کا تعلق ماضی سے ہوتا تھا۔ اس کے کردار اس کے واقعات اس کی عشقیہ کہانیاں تاریخی واقعات پر مبنی ہوتی تھیں۔ ناولوں کا ایک دوسرا گروہ تھا جس نے معاصر ماحول میں گھریلو زندگی کی داخلی دنیا کو پیش کیا۔ گھریلو ناولوں نے سماجی مسائل اور مردوں اور عورتوں کے بیچ پیار و محبت کے تعلقات پر روشنی ڈالی۔

تبادلۂ خیال کیجیے

ابتدائی ہندی ناول کی دو اہم خصوصیات کے بارے میں لکھیے۔

باکس 4

ناول آسام میں

آسام میں پہلے ناول مشنریوں نے لکھے۔ ان میں سے دو ناول بنگالی سے ترجمہ تھے، ان میں ''پھول متی'' اور 'کرونا' شامل تھے۔ 1888 میں کلکتے میں آسامی طلبا نے اسمیا بھاسا اُنتی سادھن 'تنظیم قائم کی۔ اس تنظیم نے ایک رسالہ 'جونا کی' (جانکی) نکالا۔ اس رسالے نے ناول کو فروغ دینے کے لیے نو جوان ادیبوں کو مواقع فراہم کیے۔

رجنی کانت باردولی نے آسام میں پہلا اہم تاریخی ناول 'منومتی'' لکھا (1900)۔ یہ برما کے حملے سے متعلق ہے، جس کی کہانیاں مصنف نے غالباً ان پرانے سپاہیوں سے سنی تھیں جو 1919 کی اس مہم میں محاذ جنگ پر لڑے تھے۔ کہانی دو دشمن خاندانوں کے دو محبت کرنے والوں کی ہے جو جنگ کی وجہ سے ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں اور بالآخر دونوں کا ملاپ ہوتا ہے۔

© NCERT not to be republished

کلکتے کے پرانے تاجر امرانے تفریح کی عوامی اقسام کی سر پرستی کی۔ جیسے کبیر لڑائی (شاعری کے مقابلے) موسیقی اور رقص کے پروگرام۔ اس کے برعکس نئے بھدرلوکوں کو ناول کے مطالعے کی نجی دنیا میں زیادہ لطف آیا۔ ناول انفرادی طور پر پڑھے جاتے تھے۔ ان کو منتخب مجموعوں میں بھی پڑھا جاسکتا تھا۔ کبھی کبھی بنگلہ کے عظیم ناول نگار بنکم چندر چٹوپادھیائے کا گھرانہ اپنے گھر کے آنگن میں جاترا کی میزبانی کرتا جہاں خاندان کے اراکین جمع ہوتے۔ بنکم کے کمرے میں 'بہرحال' ان کے ادبی دوستوں کا گروپ ادبی تخلیقات کو پڑھنے، ان پر تبادلۂ خیال کرنے اور تخلیق کی قدر و قیمت کا تعین کرنے کے لیے جمع ہوتا۔ بنکم نے اپنا پہلا ناول 'دُرگیش نندنی' (1865 لوگوں کے ایسے ہی ایک مجمع کے سامنے پڑھا تھا اور لوگ اس حقیقت کے انکشاف پر چونک پڑے تھے کہ بنگالی ناول اتنی بلندی پر اتنی جلدی پہنچ جائے گا۔

اختراعی موڑ توڑ اور تبدیلیوں اور پلاٹ اور امید و بیم کی بین بین کیفیتوں کے ساتھ ساتھ اس کی زبان سے بھی لطف اٹھایا گیا۔ نثری انداز بھی تفریح کی ایک چیز بن گیا۔ ابتدا میں بنگالی ناول نے شہری زندگی سے جڑے ہوئے روزمرہ کو استعمال کیا، ساتھ ہی اس نے Meyeli کا بھی استعمال کیا جس کا تعلق عورتوں کی بولی سے تھا۔ اس اسٹائل کو بنکم کی نثر نے جلدی ہی بدل دیا جس پر اگرچہ سنسکرت کا بہت اثر تھا مگر اس میں مقامی انداز بھی شامل تھا۔

ناول نے بنگال میں بہت جلد مقبولیت حاصل کر لی بیسویں صدی تک، سیدھی سادی زبان میں کہانی کہنے کی توانائی نے سرت چندر چٹوپادھیائے (1938-1876) کو بنگال کا مقبول ترین بلکہ شاید باقی ہندوستان کا بھی پسندیدہ ناول نگار بنا دیا۔

شکل 16۔ بنکم چندر اچٹوپادھیائے (1894-1838)
کتاب پر رکھا ہوا بنکم کا ہاتھ ظاہر کرتا ہے کہ کس طرح لکھنا ان کی سماجی حیثیت اور ان کے اثر و رسوخ کی بنیاد تھا۔

باکس 5

اُڑیا ناول

78-1877 میں ایک ڈرامہ نگار راما شنکر رے نے اڑیا کا پہلا ناول 'سودامنی' سلسلہ وار شروع کیا۔ مگر وہ اسے مکمل نہ کر سکے۔ بہر حال تیس برس کے اندر اندر اڑیا زبان نے ایک اہم ناول نگار فقیر موہن سیناپتی (1918-1843) پیدا کر دیا۔ ان کے ناول کا نام 'چامنا آٹھا گنتھا' ہے جس کا ترجمہ ہوگا چھے ایکڑ اور بتیس دہائی (decimal) زمین۔ یہ ناول ایک نئے قسم کے ناول کی آمد کا اعلان کرتا ہے۔ جو زمین اور اس پر قبضے کے سوال پر بات کرتا ہے۔ یہ کہانی ہے ایک زمین دار کے منیجر رام چندر منگراج کی ہے جو اپنے آرام طلب اور شرابی مالک کو دھوکا دیتا ہے اور پھر بھاگیہ اور شریا، اولاد سے محروم ایک بنکر جوڑے کی زرخیز زمین پر نظر ڈالتا ہے منگراج ان لوگوں کو بیوقوف بناتا ہے اور انھیں اپنا مقروض بنا لیتا ہے تا کہ ان کی زمین کو ہتھیا سکے۔ نئی راہ دکھانے والی اس تخلیق نے بتایا کہ ناول دیہی مسائل کو شہری سروکاروں کا ایک اہم حصہ بناتے ہیں۔ اس ناول کو لکھ کر فقیر موہن نے بنگال اور دوسری جگہوں پر ادیبوں اور مصنفوں کے ایک انبوہ کی توقع کی۔

شکل 17۔ مندر اور ڈرائنگ روم
دائیں طرف مندر ہے جہاں خاندان اور دوسرے لوگ جمع ہوتے ہیں، بائیں طرف ڈرائنگ روم ہے جہاں بنکم اپنے قریبی دوستوں کو نئی ادبی تخلیقات کے بارے میں تبادلۂ خیال کے لیے جمع کرتے ہیں۔ غور کیجیے کہ دونوں جگہیں ایک روایتی اور ایک جدید ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ ہیں۔ یہ صورت نوآبادیاتی ہندوستان میں اکثر دانش وروں کے دوہرے طرز زندگی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

© NCERT not to be republished

3 نوآبادیاتی دنیا میں ناول

اگر ہم ہندوستان کے مختلف حصوں میں ناول کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہمیں بہت سے علاقائی انوکھے پن نظر آئیں گے مگر اس کے ساتھ بار بار سامنے آنے والے انداز اور مشترک سروکار بھی ہیں۔ وہ کیا چیز تھی جس نے مصنفوں میں ناول لکھنے کی تحریک پیدا کی؟ مطالعے کے کلچر نے کیوں کر فروغ پایا؟ ایک نوآبادیاتی سماج میں سماجی تبدیلیوں سے ناول کس طرح نپٹتا ہے؟ قاری کے سامنے ناول کس قسم کی دنیا کے دروازے کھولتے ہیں؟ آیئے ہم مختلف علاقوں کے تین مصنفین کی تحریروں پر اپنی توجہ کو مرکوز کر کے ان سوالوں میں سے کچھ پر غور کریں۔

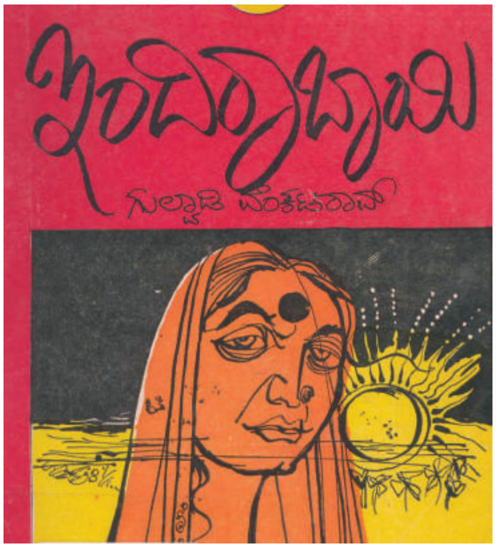

شکل18۔ناول اندرابائی کا سرورق

19ویں صدی کے آخر میں لکھا جانے والا ناول اندرابائی' آج بھی مقبول ہے اور بار بار چھپ رہا ہے۔ یہ سرورق اس کے ایک نئے اڈیشن کا ہے۔

3.1 ناول کا استعمال

نوآبادیاتی انتظامیہ کو ناول مقامی (نیٹیو) لوگوں کی زندگیوں اور ان کے طور طریقوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا بہت اچھا ذریعہ نظر آئے۔ ایسی معلومات سماجوں اور ذاتوں کے تنوعات والے ہندوستانی سماج پر حکومت کرنے کے لیے بڑی مفید تھی۔ ایک باہر والا ہونے کی وجہ سے انگریز کو ہندوستانی گھروں کی اندرونی زندگی سے کوئی واقفیت نہیں تھی۔ ہندوستانی زبانوں کے نئے ناولوں میں گھریلو زندگی کا بیان بہت ہوتا تھا۔ یہ ناول بتاتے تھے کہ لوگ کیا پہنتے ہیں ان کی عبادت کے کیا کیا طریقے ہوتے ہیں ان کے عقائد اور ان کی رسمیں کیا ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ان میں سے بعض کتابوں کا انگریزی میں ترجمہ ہوا اور یہ ترجمہ عموماً انگریزی حکام نے کیا یا پھر عیسائی مشنریوں نے۔

ہندوستانیوں نے ناول کو ان چیزوں پر تنقید کرنے کا ایک طاقت ور ذریعہ سمجھا جن چیزوں کو وہ اپنے سماج کے لیے عیب سمجھتے تھے۔ خرابیوں کو دور کرنے کے لیے بھی ناول ایک ذریعہ نظر آیا۔ ورسالنگم جیسے ادیبوں نے سماج کے بارے میں اپنے خیالات کو پڑھنے والوں کے نسبتاً بڑے حلقے میں پھیلانے کے لیے اسے خصوصی طور پر استعمال کیا۔

ناولوں نے ماضی سے رشتے استوار کرنے میں بھی مدد کی۔ بہت سے ناولوں نے ماضی میں مہم جوئی اور سازشوں کی بڑی سنسنی خیز کہانیاں سنائیں۔ ماضی کے واقعات کو پرشکوہ انداز میں بیان کر کے ناول نے اپنی پڑھنے والوں میں قومی فخر و ناز کا ایک احساس پیدا کرنے میں بھی معاونت کی۔

زندگی کے ہر شعبے کے لوگ ناول اسی وقت پڑھ سکتے تھے جب ان کی کوئی مشترک زبان ہو اس بات نے زبان کی بنیاد پر ایک اجتماعی تعلق اور وابستگی کے احساس کو بھی پیدا کیا۔

آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ مختلف علاقوں میں رہنے والے لوگ ایک زبان بولتے ہیں مگر مختلف طریقوں سے بولتے ہیں۔ کبھی وہ ایک ہی چیز کے لیے مختلف الفاظ استعمال کرتے ہیں، کبھی ایک

باکس6

ابتدائی بہت سے ناولوں میں سماجی اصلاح کا پیغام بڑا واضح تھا۔ مثال کے طور پر گلاودی وینکٹا راو کے کنڑ ناول (1899) میں ہیروئن بڑی کم عمری میں ایک بوڑھے کے ساتھ بیاہ دی جاتی ہے۔ اس کا شوہر کچھ ہی دنوں بعد مر جاتا ہے اور وہ ایک بیوہ کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ اپنے خاندان اور اپنے سماج کی مخالفتوں کے باوجود وہ اپنی تعلیم جاری رکھنے میں کامیاب ہوتی ہے آخر میں وہ پھر شادی کرتی ہے اس دفعہ اس کا شوہر ایک ترقی پسند انگریزی تعلیم یافتہ نوجوان ہے۔ عورتوں کی تعلیم بیواؤں کی بدحالی اور کمسن کی شادیوں سے پیدا ہونے والے مسائل اس زمانے میں کرناٹک کے سماجی مصلحین کے سامنے اہم مسائل تھے۔

ناول، سماج اور تاریخ

باکس 7

تامل زبان میں تاریخی ناول لکھنے والے مقبول ترین ناول نگار آر کرشنا مورتی تھے جو کالکی کے قلمی نام سے لکھتے تھے۔ وہ تحریک آزادی کے ایک سرگرم شریک تھے اور بہت پڑھے جانے والے نامی میگزین، آنند ویکاتن، اور 'کالکی' کے اڈیٹر بھی تھے۔ بعد میں سادی آسان زبان میں لکھے ہوئے اور جیالے پن، مہم جوئی اور حیرت واستعجاب کی کیفیتوں سے بھرپور کالکی کے ناولوں نے ایک پوری نسل کے ناول پڑھنے والے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنالیا۔

شکل 19. — کالکی کے لکھے ہوئے اور 1951 میں کالکی میگزین ہی میں سلسلہ وار شائع ہونے والے ناول پونین سلوان کا ایک صفحہ۔

ہی لفظ کا تلفظ الگ الگ ہوتا ہے۔ ناولوں کے آنے کے بعد ایسے تنوع پہلی بار پرنٹ کی دنیا میں بھی داخل ہوئے۔ ناول میں کرداروں نے زبان کھولی کہ ان کے مذہب، ان کے طبقے اور ان کی ذات برادری پر سے پردے ہٹنے لگے۔ اس طرح ناولوں نے اپنے پڑھنے والوں کو ان طریقوں سے مانوس کردیا، جن طریقوں سے ان ہی کی سرزمین کے دوسرے حصوں کے لوگ ان کی زبان بولتے تھے۔

3.2 جدید ہونے کی دشواریاں

اگرچہ ناول تخیلی کہانیوں قصوں کے بارے میں ہوتے تھے مگر وہ اپنے پڑھنے والوں سے حقیقی دنیا کے بارے میں بات کرتے تھے۔ اگرچہ ناول چیزوں کو بالکل اسی طرح نہیں دکھاتے تھے جیسی وہ حقیقت میں تھیں۔ بلکہ بسا اوقات وہ اس تصور کو پیش کرتے تھے کہ چیزوں کو کیا ہونا چاہیے۔ سماجی ناول نگاروں نے اکثر مثالی خوبیوں والے ایسے ہیرو، ہیروئن تخلیق کیے جنھیں ان کے قاری پسند بھی کریں گے اور ان کی پیروی بھی کرنا چاہیں گے۔ ان مثالی خوبیوں کا تعین کس طرح ہوتا تھا؟ نوآبادیاتی عہد میں لکھے جانے والے اکثر ناولوں میں مثالی آدمی نوآبادیاتی رعایا کے سامنے آنے والی مرکزی الجھن کو کامیابی سے سلجھا لیتا ہے۔ یہ مرکزی الجھن تھی روایات کو ترک کیے بغیر جدید کیسے ہوا جائے یا مغرب سے آنے والے نظریات وخیالات کو، اپنی شناخت کم کیے بغیر قبول کیسے کیا جائے۔

چندو مینن نے اندولیکھا کو بے پناہ حسن والی، اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں، فن کارانہ قابلیتوں اور انگریزی اور سنسکرت کی تعلیم سے آراستہ عورت کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ ناول کے ہیرو مادھوون کی تصویرکشی بھی مثالی رنگوں میں کی گئی ہے۔ وہ مدراس یونیورسٹی سے نئے نئے انگریزی پڑھے

© NCERT not to be republished

ہوئے نائر طبقے کا رکن تھا۔ ساتھ ہی وہ سنسکرت کا بھی بڑا عالم تھا۔ وہ انگریزی لباس پہنتا تھا مگر اس سب کے ساتھ نائر رواجوں کے مطابق سر پر ایک لمبی چوٹی رکھتا تھا۔

اکثر ناولوں کے ہیرو اور ہیروئن وہ لوگ تھے جو جدید دنیا میں رہتے تھے اور اس لحاظ سے یہ لوگ ہندوستان کے پرانے شاعرانہ ادب میں ملنے والے مثالی یا اسطوری کرداروں سے مختلف تھے۔ نو آبادیاتی حکومت کے تحت رہنے والے بہت سے انگریزی تعلیم یافتہ طبقوں کو مغربی طرز معاشرت اور مغربی انداز فکر بڑے دلکش لگے۔ مگر انھیں یہ خطرہ بھی لاحق تھا کہ مغربی اقدار کو پورے طور پر اپنانا، ان کے روایتی طرز معاشرت کو تباہ کر دے گا۔ اندولیکھا اور مادھون نے قاری کو دکھایا کہ ہندوستانی اور بدیسی طرز حیات کو کس طرح مثالی ڈھنگ سے یکجا کیا جاسکتا ہے۔

3.3 مطالعے کی خوشیاں

دنیا کے دوسرے مقامات کی طرح ہندوستان میں بھی ناول متوسط طبقات میں تفریح کا ایک پسندیدہ ذریعہ بن گیا۔ چھپی ہوئی کتابوں نے لوگوں کو اپنے طور پر محظوظ ہونے کا ایک نیا طریقہ بتایا۔ تصویروں والی کتابوں دوسری زبانوں سے ترجموں مقبول گیتوں کبھی بھی معاصر واقعات پر لکھے ہوئے گانوں اخباروں اور رسالوں میں چھپی ہوئی کہانیوں۔ ان سب نے تفریح کی نئی نئی قسمیں فراہم کیں۔ پرنٹ کے اس نئے کلچر میں ناول بہت کم عرصے میں انتہائی مقبول اور پسندیدہ ہو گئے۔ مثلاً تامل میں بیسویں صدی کی ابتدائی دہائیوں میں مقبول ناولوں کا ایک سیلاب سا آ گیا تھا۔ جاسوسی اور پُر اسرار ناولوں کو تو پڑھنے والوں کی مانگ کو پورا کرنے کے لیے بار بار چھاپنا پڑا تھا۔ ان میں سے بعض تو بائیس بار تک چھپے۔

خاموش مطالعے کے فروغ میں بھی ناولوں نے بہت مدد کی۔ خاموش مطالعے کے ہم کچھ اتنے عادی ہو گئے تھے کہ ہمارے لیے یہ سمجھنا مشکل ہو گیا تھا کہ ماضی میں یہ طریقہ بہت عام نہیں تھا۔ 19ویں صدی بلکہ بیسویں صدی کے اوائل تک چھپی ہوئی چیزیں، بہت سے لوگوں کے سننے کے لیے اکثر زور زور سے بہ آواز بلند پڑھی گئیں۔ کبھی کبھی ناول بھی اس طرح پڑھے گئے۔ مگر عام طور پر ناولوں نے اکیلے اور خاموشی سے پڑھنے کو ترجیح دی۔ گھر میں بیٹھے ہوئے یا ٹرین میں سفر کرتے ہوئے افراد نے ان سے لطف اٹھایا۔ بھیڑ بھاڑ والے کمروں میں بھی ناول نے تخیلات کی ایک دنیا بسا دی، جس میں پڑھنے والا چپکے سے داخل ہو کر خود اپنے آپ میں گم ہو سکتا تھا۔ اس لحاظ سے ناول کا پڑھنا دن میں خواب دیکھنا ہو گیا تھا۔

شکل 20 — کنٹر رسالہ کتھان جلی کا سرورق۔ کتھان جلی نے 1929 میں اشاعت شروع کی۔ مختصر کہانیاں بڑی پابندی سے شائع کیں۔ تصویر میں ماں ایک کتاب سے کہانیاں پڑھ پڑھ کر بچوں کو سنا رہی ہے۔

© NCERT not to be republished

4 ناول اورعورتیں

بہت سے لوگ، پڑھنے والوں پر ناول کے اُن اثرات سے پریشان تھے جو قاری کو اپنے حقیقی ماحول سے نکال کر ایک ایسی خیالی دنیا میں لے جاتے تھے جہاں کچھ بھی ہوسکتا تھا۔ ایسے پریشان لوگوں میں بہتوں نے اخباروں اور رسالوں میں لکھا اور لوگوں کو ناولوں کے غیر اخلاقی اثرات سے دور رہنے کا مشورہ دیا۔ ایسے مشوروں کا رخ عموماً عورتوں اور بچوں کی طرف ہوتا تھا۔ انھیں آسانی سے خراب ہونے والا سمجھا جاتا تھا۔

بہت سے والدین، ناولوں کو اپنے بچوں کی پہنچ سے دور گھر کی دو چھتیوں میں چھپا کر رکھتے تھے۔ نوجوان ان ناولوں کو اکثر چھپ کر پڑھتے تھے۔ یہ شوق اور یہ جذبہ محض نوجوانوں تک ہی محدود نہیں تھا۔ بوڑھی عورتیں بھی، جن سے بعض پڑھ بھی نہیں سکتی تھیں، اچھے تامل ناول اپنے پوتے پوتیوں سے پڑھواتی تھیں اور مسحور ہو کر سنتی تھیں۔ دادی اماں کی مانوس کہانیوں کا یہ اچھا متبادل تھا۔ مگر عورتیں مردوں کی لکھی ہوئی کہانیوں کو محض پڑھنے والی نہیں رہیں۔ بہت جلد انھوں نے خود بھی ناول لکھنے شروع کر دیے۔ بعض زبانوں میں عورتوں کی ابتدائی تخلیقات نظموں، مضمونوں اور خودنوشت سوانحی مختصر تحریروں پر مشتمل تھیں۔ 20 ویں صدی کی ابتدائی دہائیوں میں، جنوبی ہندوستان میں بھی عورتوں نے ناول اور مختصر کہانیاں لکھنی شروع کیں۔ عورتوں میں ناول کی مقبولیت کا ایک سبب یہ تھا کہ اس نے انسانیت کے ایک نئے تصور کی اجازت دی۔ عشقیہ کہانیوں نے جو بہت سے ناولوں کا پسندیدہ موضوع تھیں، ایسی عورتوں کا ذکر کیا جو رشتوں کا انتخاب کر سکتی تھیں اور اپنے رفیق حیات کو قبول یا رد کر سکتی تھیں۔ ان میں ایسی عورتوں کی تصویر کشی ہوئی جو کسی حد تک خود اپنی زندگیوں پر اختیار رکھ سکتی تھیں۔ کچھ خواتین لکھنے والیوں نے ایسی عورتوں کے بارے میں لکھا جنھوں نے مردوں اور عورتوں دونوں کی دنیا کو بدل کر رکھ دیا۔

رقیہ حسین (1880-1932) ایک مصلح تھیں۔ بیوہ ہونے کے بعد انھوں نے کلکتے میں لڑکیوں کا ایک اسکول کھولا۔ انھوں نے انگریزی میں طنزیہ فینٹاسی 'Sultana's Dreem' (سلطانہ کا خواب) لکھی، اس میں ایک ایسی اتھل پتھل دنیا دکھائی گئی تھی جس میں عورتیں مردوں کی جگہ لے لیتی ہیں۔ ان کا ناول 'پدماراگ' بھی، اپنی حالت کو بہتر کرنے کے لیے خود عورتوں کو کام کرنے کی ضرورت کا احساس دلاتا ہے۔

یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ عورتوں کے ناول لکھنے یا پڑھنے پر مرد مشکوک ہو جاتے تھے۔ یہ شک وشبہ ہر فرقے میں عام تھا۔ بنگالی زبان میں پہلے ناول Karuna O phulmonin Bibaran (1852) کی مصنفہ ایک کرسچن مشنری حنا مُلیں اپنے پڑھنے والوں کو بتاتی ہے کہ

نئے الفاظ

Satire — طنزیہ انداز میں، سماج اور افراد پر تنقید کرنے والی تحریر یا تصویر

شکل 21 ۔ ایک عورت ستیندر ناتھ بیشی کے بنائے ہوئے ووڈ کٹ کو پڑھ رہی ہے۔

ووڈ کٹ دکھاتا ہے کہ عورتوں نے کس طرح مطالعے کے لطف کو دریافت کیا۔ 19 ویں صدی کے اختتام تک مطالعے میں مصروف عورتوں کی تصویریں، مقبول رسالوں میں بہت عام ہو گئی تھیں۔

ماخذ A

عورتوں کو ناول کیوں نہیں پڑھنا چاہیے۔

1927 میں چھپنے والے ایک تامل مضمون سے: ''پیارے بچیو یہ ناول مت پڑھو، انہیں ہاتھ تک نہ لگاؤ۔ تمہاری زندگی تباہ ہو جائے گی۔ تمہیں بیماریاں گھیر لیں گی تم امراض کا شکار ہو جاؤ گے۔ بھگوان نے تمہیں کس لیے بنایا ہے۔ کم عمری ہی میں مرجھا جانے کے لیے؟ بیماری کی تکلیف اٹھانے کے لیے؟ اپنے بھائیوں، اپنے عزیزوں اور اپنے آس پاس کے لوگوں کی نفرت کے لیے؟ نہیں۔ نہیں، تمہیں مائیں بنا چاہیے تمہیں پُر مسرت زندگی گزارنا چاہیے۔ یہی مقدس مقصد ہے، تم کہ جو اس ارفع مقصد کی تکمیل کے لیے پیدا ہوئی تھیں تو کیا تمہیں ان قابل نفریں ناولوں کے پیچھے دیوانہ وار بھاگنے میں اپنے آپ کو گنوا دینا چاہیے؟ ('تھرودی' کا مضمون۔ ترجمہ اے آر وینکٹا چلاپتھی)

© NCERT not to be republished

پڑھنے والوں کو بتاتی ہے کہ وہ چوری چھپے لکھتی تھی۔ 20 ویں صدی میں سیل بالا گھوش جیا مقبول ناول نگار، صرف اس لیے لکھ سکی کہ اسے اس کے شوہر کا تحفظ حاصل تھا۔ جیسا کہ ہم نے جنوب کے معاملے میں دیکھا ہے کہ عورتوں اور لڑکیوں کو ناول پڑھنے سے باز رکھنے کی کوشش ہوتی تھی۔

4.1 ذات پات کے رواج، نچلی ذاتیں اور اقلیتیں

جیسا کہ آپ نے دیکھا ہے اندولیکھا اگرچہ ایک عشقیہ کہانی تھی مگر یہ ایک ایسے مسئلے کے بارے میں تھی جو اُس وقت جب یہ ناول لکھا جا رہا تھا، بڑی گرما گرم بحث کا موضوع تھا۔ یہ مسئلہ کیرالا میں اونچی ذات کے ہندوؤں خصوصاً نمبو دری برہمنوں اور نائروں میں شادی کے رواج کا تھا۔ نمبو دری اس وقت کیرالا میں بڑے اور اہم زمین دار ہوا کرتے تھے اور نائروں کا ایک بہت بڑا حلقہ ان کا کرایہ دار تھا۔ آخر 19 ویں صدی کے کیرالا میں انگریزی تعلیم پائے ہوئے نائر نوجوانوں کی ایک نئی نسل نے، جس نے اپنے بل بوتے پر جائدادیں بنالیں تھی اور دولت بھی اکٹھا کر لی تھی، نائر عورتوں سے نمبو دریوں کے رشتوں کے خلاف زوردار آواز اٹھانا شروع کی۔ یہ لوگ شادی بیاہ اور جائدار کے متعلق نئے قوانین کی مانگ کر رہے تھے۔

ان مباحثوں کی روشنی میں اندولیکھا' کی کہانی بہت دل چسپ ہوجاتی ہے۔ بیوقوف زمین دار سوری نمبو دری جو اندولیکھا سے شادی کرنے آتا ہے، اس ناول میں طنز اور تمسخر کا مرکز ہے۔ ذہین ہیروئن اسے رد کرتی ہے اور اپنے شوہر کی حیثیت سے تعلیم یافتہ اور خوبصورت نائر نوجوان مادھون کا انتخاب کرتی ہے۔ نوجوان جوڑا مدراس منتقل ہوجاتا ہے جہاں مادھون سول سروس جوائن کر لیتا ہے۔ سوری نمبو دری بیوی کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے۔ اور بالآخر اپنے ہی خاندان کی ایک غریب لڑکی سے شادی کر لیتا ہے یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ اس نے اندولیکھا سے شادی کی ہے، کہیں دور چلا جاتا ہے۔ چدومینن واضح طور پر چاہتا ہے کہ اس کے پڑھنے والے اس کے ہیرو اور ہیروئن کی نئی اقدار کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھیں اور سوری نمبو دری کی بداخلاقی اور جہالت پر نکتہ چینی کریں۔

'اندرابائی' اور 'اندولیکھا' جیسے ناول جو اپر کلاس کے لوگوں نے لکھے تھے بنیادی طور پر اونچی ذات کے کرداروں کے بارے میں تھے۔ مگر سب ناول ایسے نہیں تھے۔

شمالی کیرالا کے نچلی ذات کے ایک ادیب پوتھیری کنجامبو نے 1892 میں ظلم و جبر پر زبردست حملہ کرتے ہوئے ایک ناول لکھا جس کا نام تھا، سرسوتی وجیم' ناول اچھوت ذات کے ایک نوجوان کی عکاسی کرتا ہے جو اپنے برہمن زمین دار کے ظلموں سے بچنے کی خاطر گاؤں چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ وہ عیسائی مذہب اختیار کر لیتا ہے، جدید تعلیم حاصل کرتا ہے اور مقامی عدالت میں ایک جج کی حیثیت سے واپس آتا ہے۔ اسی دوران گاؤں والے یہ سمجھ کر کہ زمین دار نے اسے مار ڈالا ہے ایک مقدمہ دائر کر دیتے ہیں۔ مقدمہ ختم ہونے پر جج اپنی اصلی پہچان کا انکشاف کرتا ہے اور نمبو دری اپنی حرکتوں پر پشیمان ہوتا ہے اور اپنے چال چلن کی اصلاح کرتا ہے۔ 'سرسوتی وجیم' نچلے طبقوں کی ترقی کے لیے تعلیم کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔

باکس 8

عورتیں کتابوں کے ساتھ

آج ہم سیاہ بارڈر کی ساریاں پہنے ہوئے لڑکیوں کو بھاری بھاری کتابیں اپنے ہاتھوں میں لیے اپنے گھروں میں گھومتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں ان کے ہاتھوں میں کتابیں دیکھ کر ان کے بھائی اور ان کے شوہر خوف زدہ ہوجاتے ہیں۔ کہیں یہ ان سے کسی لفظ کے معنی یا کسی عبارت کا مطلب نہ پوچھ بیٹھیں۔

سدھارنی، 1880۔

شکل 22۔ مالابار بیوٹی۔ روی ورما کی پینٹنگ۔ چندمینن کا خیال تھا کہ ناول ہندوستانی پینٹنگ میں نئے رجحانات سے مماثلت رکھتا ہے۔ اس زمانے میں ممتاز ترین پینٹر روی ورما (1848-1906) تھے۔ اپنی ہیروئینوں سے متعلق چندومینن کا اظہار ممکن ہے کہ ان کی کچھ پینٹنگ سے ملی تحریک کی بنیاد پر ہو

© NCERT not to be republished

1920 سے بنگال میں بھی ایک نئے طرز کے ناول نے جنم لیا۔اس نے نیچی جاتیوں اور کسانوں کی زندگیوں کی عکاسی کی۔ ادوتا ملّا برمن (51-1914) کا تتاش ایکتی نادر نام' مچھیروں کی ملّا (ملاح) کمیونٹی کے بارے میں ہے جو دریائے تتاش میں مچھلی پکڑ کر اپنی زندگی گزارتے ہیں۔ ناول ملاحوں کی تین پیڑھیوں کے بارے میں ہے۔ان کی زندگیوں میں بار بار آنے والے المیوں کے بارے میں ہے۔ ایک بچے اننتا کی کہانی ہے جو ایسے والدین کی اولاد ہے جو انتہائی افسوسناک حالات میں اپنی سہاگ رات کے بعد ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے ہیں۔ اننتا اپنے لوگوں کو چھوڑ کر تعلیم حاصل کرنے کے لیے شہر چلا جاتا ہے۔ ناول ملاحوں کی کمیونٹی کا حال بڑی تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ ان کی ہولی اور ان کی کالی پوجا کے تہوار، کشتیوں کی دوڑیں، بھٹالی گیت ان کی دوستیوں کے رشتے، کسانوں سے دشمنیاں، اونچے طبقوں کے ظلم۔ ان کی زندگیوں میں شہر سے نئی تہذیب کے اثر دراندازی کرتے ہیں، کمیونٹی میں بکھراؤ پیدا ہوتا ہے، ملاح خود آپس میں لڑنے لگتے ہیں۔ ان کی کمیونٹی کی زندگی اور دریا کی زندگی باہم پیوست ہیں۔ دونوں کا خاتمہ ساتھ ہوتا ہے، دریا سوکھ جاتا ہے، کمیونٹی بھی ختم ہو جاتا ہے۔ برمن سے پہلے ناول نگاروں نے 'نچلی' ذات والوں کو اپنا حامی پایا تھا، تتاش اس لحاظ سے خصوصیت کا حامل ہے کہ مصنف خود نچلی ذات سے تعلق رکھتا ہے، مچھیروں کے قبیلے کا ہے۔

وقت کے ساتھ ساتھ، ناول کے میڈیم نے سماج کے ان تجربات کے لیے جگہ پیدا کی جنھوں نے اس سے پہلے ادب کے منظر نامے میں کچھ بہت زیادہ جگہ نہیں پائی تھی۔ مثلاً ویکوم محمد بشر (96-1908) پہلے مسلمان ادیبوں میں تھے جنھوں نے ملیالم میں ایک ناول نگار کی حیثیت سے بڑی شہرت پائی۔

بشیر نے باقاعدہ تعلیم برائے نام پائی تھی۔ ان کی زیادہ تر تخلیقات کی بنیاد ماضی کی کتابوں کے بجائے خود اپنے بے پناہ ذاتی تجربوں پر تھی۔ اسکول میں ابھی پانچویں جماعت میں تھے، کہ بشیر نے نمک ستیہ گرہ میں حصہ لینے کے لیے گھر چھوڑ دیا۔

بعد کو برسوں تک وہ ہندوستان کے مختلف حصوں میں مارے مارے پھرے، عرب بھی گئے جہاز پر کام کیا مسلمان صوفیوں اور ہندو سنیاسیوں کے ساتھ وقت گزارا۔ کشتی لڑنے کی تربیت حاصل کی۔

بشیر کے چھوٹے ناول اور کہانیاں روزمرہ کی بات چیت کی زبان میں ہیں۔ اپنے خوبصورت مزاح کے ساتھ بشیر کے ناول مسلمان گھرانوں کی روزانہ زندگی کی بات بڑی تفصیل سے کرتے ہیں۔ بشیر ملیالم زبان کے ادب میں بہت سے ایسے موضوعات لائے جو اس وقت بڑے غیر معمولی سمجھے جاتے تھے۔ مفلسی، پاگل پن اور جیل کی زندگی وغیرہ۔

شکل 23 — بشیر کتابیں اٹھائے ہوئے۔
ایک ادیب کی حیثیت سے اپنے ابتدائی برسوں میں بشیر کے لیے اپنی کتابوں سے زندہ رہنے کے لیے کمانا بھی بڑا مشکل تھا۔ اپنی کتابوں کو اکثر انھوں نے خود بیچا۔ وہ خود اپنی کتابوں کو لاد کر گھروں اور دوکانوں پر جاتے تھے۔ اپنی بعض کہانیوں میں اپنے ان دنوں کا ذکر کیا ہے جب وہ ایک پھیری والے کی طرح اپنی کتابیں گھر گھر بیچا کرتے تھے۔

© NCERT not to be republished

5 ملک وقوم اوراس کی تاریخ

نوآبادیاتی مورخین کی لکھی ہوئی تاریخوں میں ہندوستانیوں کو کمزور، منقسم، نفاق زدہ اور انگریزوں کا دست نگر دکھانے کا رجحان ہے۔ یہ تاریخیں نئے ہندوستانی ایڈمنسٹریٹروں اور دانش وروں کے ذوق کو تسکین نہیں دے سکیں اور نہ ہی ماضی کی روایتی پورانک کہانیاں جن میں قصہ تھا دیوتاؤں کا اور عفریتوں کا اور جو عجیب وغریب اور مافوق الفطرت واقعات سے بھری ہوئی تھیں۔ یہ کہانیاں بھی انگریزی نظام کے تحت تعلیم حاصل کرنے اور کام کرنے والوں کو بھی مطمئن کرتی نظر نہیں آتی ہیں۔ ایسے ذہین دماغ ماضی کا ایک نیا روپ دیکھنا چاہتے تھے جو انہیں یہ دکھاتا کہ ہندوستانی آزاد ذہن کے ہو سکتے ہیں اور یہ کہ وہ تاریخ میں ایسے رہے بھی ہیں۔ ناول نے ایک حل فراہم کیا۔ اس میں ملک وقوم کو ایک ایسے ماضی میں تصور کیا جا سکتا تھا جس میں تاریخی کردار مقامات، واقعات اور تاریخوں کا ذکر بھی ہوتا ہے۔

شکل۔24— فلم شمین کی ایک تصویر

بہت سے ناولوں پر فلم بنے (شرمپ 1956) تھا کازی سیواسنکر پلّے (99-1912) کی فلم کیرالا کی مچھیروں کی کمیونٹی پر بنی۔ کردار، علاقائی مچھیروں کی متنوع ملیالم زبان استعمال کرتے ہیں۔ فلم شمین ڈائریکٹر راموکریات، 1965 میں بنی تھی۔

بنگال میں بہت سے ناول مراٹھوں اور راجپوتوں کے بارے میں تھے۔ ان ناولوں نے ایک کل ہند تعلق کا احساس پیدا کیا۔ ان ناولوں نے ملک کو مہم جوئی، جیالے پن، رومان اور ایثار وقربانی کے جذبے سے بھرا ہوا تصور کیا۔ یہ وہ خوبیاں تھیں جو 19 ویں صدی کی دنیا کے دفتروں اور سڑکوں میں نہیں ڈھونڈی جا سکیں۔ ناول نے کالونیوں کے عوام کو اپنی آرزوؤں اور اپنی تمناؤں کو ایک شکل دینے کا موقع دیا۔ بھودیب مکھوپادھیائے کا 'انگوریہ بنی موائے'، بنگال میں لکھا جانے والا پہلا تاریخی ناول تھا۔ ناول کا ہیرو شیواجی ہوشیار اور ناقابل اعتبار اورنگ زیب سے بہت سی لڑائیوں میں ملوث ہوتا ہے۔ مان سنگھ نے شیواجی کو اورنگ زیب سے مصالحت کرنے پر راغب کرنے کی کوشش کی۔ اس بات کے سمجھنے کے بعد کہ اورنگ زیب اسے گھر میں قیدی بنا کر رکھنا چاہتا ہے، شیواجی بچ کر نکل جاتا ہے اور پھر جنگ کے میدان میں آجاتا ہے۔ جس چیز نے اسے استقلال بخشا وہ اس کا یہ یقین تھا کہ وہ ایک قوم پرست ہے اور ہندوؤں کی آزادی کے لیے لڑ رہا ہے۔

شکل 25۔ فلم چومنا دودی (چوما کا ڈھول) ہدایت: بی وی کرنتھ، 1975۔

فلم اسی نام کے ایک ناول پر مبنی ہے جسے 1930 میں کنڑ کے معروف ناول نگار سیوارا ما کرنتھ (1997-1002) نے لکھا تھا۔

ناول کی خیالی دنیا اتنی طاقت ور تھی کہ یہ حقیقی سیاسی تحریکوں کو حوصلہ اور ولولہ عطا کر سکی۔ بنکم کا ''آنند مٹھ'' (1882) ایک خفیہ ہندو عسکری تنظیم کے بارے میں ہے جو ایک ہندو سلطنت قائم کرنے کے لیے مسلمانوں سے لڑتی ہے۔ یہ ایک ایسا ناول تھا جس نے مختلف قسم کے آزادی کے سپاہیوں میں ولولہ پیدا کیا۔

ان میں بہت سے ناولوں نے ملک کے بارے میں قابل غور مسائل کا بھی انکشاف کیا۔ کیا ہندوستان کسی ایک ہی مذہبی سماج کا ملک ہوگا؟ ملک سے وابستگی کا فطری دعویٰ کون رکھتا تھا؟

5.1 تعمیر ملک وقوم اور ناول

جیالے ماضی کا تصور ایک طریقہ تھا جس میں ناول نے ایک ملک وقوم سے وابستگی کے احساس کو

© NCERT not to be republished

مقبول بنایا۔ دوسرا طریقہ ناول میں مختلف طبقات کو شامل کرنے کا تھا تا کہ وہ ایک مشترک دنیا سے وابستہ نظر آئیں۔ مثال کے طور پر پریم چند کے ناول، سماج کی ہر سطح سے لیے ہوئے ہر طرح کے توانا کرداروں سے بھرے پڑے ہیں۔ ان کے ناولوں میں آپ کی ملاقات رؤسا اور اشراف سے، زمین داروں سے، اوسط درجے کے کسانوں سے، بے زمین کھیت مزدوروں۔ متوسط طبقہ کے پیشہ وروں اور سماج کے حاشیوں پر رہنے والے لوگوں سے ہوتی ہے۔ عورتوں کے کردار صحت منداور توانا ہیں خصوصاً اُن کے جو نچلے طبقات سے آتی ہیں اور نئے زمانے کی ہوا ابھی انہیں نہیں لگی ہے۔ اپنے معاصرین کے برعکس پریم چند نے قدیم تاریخ کے حسرت ناک تسلط کو رد کیا، اس کے بجائے ان کے ناول، ماضی کی اہمیت کو بھلائے بغیر مستقبل کی طرف دیکھتے ہیں۔

سماج کے مختلف طبقات سے لیے ہوئے پریم چند کے کردار، جمہوری اقدار پر مبنی ایک سماج تخلیق کرتے ہیں۔ ان کے ناول ''رنگ بھومی'' کا مرکزی کردار سورداس، ایک نابینا فقیر ہے اور نام نہاد ایک اچھوت جات سے تعلق رکھتا ہے۔ ناول کے ہیرو کی حیثیت سے ایک ایسے شخص کو منتخب کرنا ہی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ سماج کے سب سے زیادہ دبے اور کچلے ہوئے لوگوں کی زندگیوں کو ادبی غور وخوض کے لائق بناتا ہے۔ تمباکو کے ایک کارخانے کے لیے اپنی زمین کے زبردستی لیے جانے کے خلاف ہم اسے جدوجہد کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ جب ہم کہانی پڑھتے ہیں تو ہمیں سماج اور لوگوں پر پڑنے والے صنعتیت اور اس کے اثرات پر حیرت ہوتی ہے۔ یہ صنعتیت کس کی خدمت کرتی ہے؟ کیا اس کی خاطر زندگی کے دوسرے طریقوں کو قربان کر دیا جانا چاہیے؟

سورداس کی کہانی کی تخلیق کے پس پشت گاندھی کی شخصیت اور ان کے خیال سے ملا ہوا احساس اور جذبہ ہے۔

'گئودان' 1936 میں شائع ہوا تھا اور آج پریم چند کا معروف ترین ناول ہے۔ یہ ہندوستانی کسان کی رزمیہ داستان ہے۔ ناول ایک کسان جوڑے ہوری اور دھنیا کی بڑی اثر انگیز کہانی سناتا ہے۔ زمین دار، ساہوکار، پنڈت اور پادری اور نوآبادیاتی دفتری حکام۔ تمام وہ لوگ جو سماج میں اختیار رکھتے ہیں، جبر وظلم کا ایک جال بچھاتے ہیں، کسانوں کی زمینیں ہڑپ کر لیتے ہیں، اور انہیں بے زمین کھیت مزدور بنا کر چھوڑتے ہیں، مگر ہوری اور دھنیا اپنے وقار کو آخر دم تک بچائے رکھتے ہیں۔

باکس 9

بنکم کی موت کے بعد رابندر ناتھ ٹیگور (1941-1861) نے بنگالی ناول کو آگے بڑھایا۔ ان کے ابتدائی ناول تاریخی تھے، بعد کو انھوں نے گھریلو تعلقات سے متعلق کہانیاں لکھنے کی طرف توجہ کی۔ ان کی اصل تشویش عورتوں کی حالت اور نیشنلزم تھی۔ ان کے یہ دونوں سروکار ان کی کتاب Ghare Baire (1916) میں ہیں۔ اس کتاب کا ترجمہ 1919 میں 'گھر اور دنیا' کے نام سے ہوا۔ کہانی نکھلیش کی بیوی بملا کی ہے۔ نکھلیش ایک روشن خیال زمین دار ہے، اس کا خیال ہے کہ ملک کے غریبوں اور حاشیے پر رہنے والے لوگوں کی زندگیوں کو بہتر کر کے اپنے ملک کو بچایا جاسکتا ہے۔ مگر بملا کو دل چسپی اپنے شوہر کے دوست سندیپ سے ہے جو ایک انتہا پسند ہے۔ سندیپ نے انگریزوں کو ملک سے نکالنے کے لیے اپنے آپ کو اس طرح وقف کر دیا کہ اسے کوئی پرواہ نہیں اگر نچلے طبقے کے لوگوں کی پریشانیاں بڑھ جائیں اور مسلمان اپنے آپ کو باہر کا سمجھنے لگیں۔ سندیپ کے گروپ میں شامل ہونے کے بعد بملا کو اپنی قدر و قیمت اور اپنی خودداری کا احساس ہوتا ہے۔ ٹیگور نیشنلسٹ تحریک کے عورتوں پر متضاد اثرات بھی دکھاتے ہیں۔ بملا کو اس کے گروپ کے نوجوان پسند تو شاید کرتے ہوں مگر وہ اُن کے فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہوسکتی۔ یقیناً سندیپ نے تحریک کے لیے فنڈس جمع کرنے کے لیے اسے استعمال کیا۔ ٹیگور کے ناول موثر اسی لیے ہیں کہ وہ ہمیں مرد عورت کے تعلقات اور نیشنلزم کے بارے میں از سرِ نو غور کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔

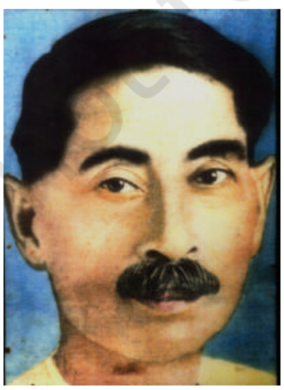

شکل 26۔ پریم چند کا پوٹریٹ (1936-1880)

سرگرمی

گئودان پڑھیے اور مندرجہ ذیل موضوعات پر مختصر نوٹ لکھیے:

- ناول میں پریم چند کسان کی تصویر کشی کیسے کرتے ہیں۔
- عظیم کساد بازاری کے زمانے میں کسانوں کی زندگی کے بارے میں ناول ہمیں کیا بتاتا ہے۔

© NCERT not to be republished

ماحصل

ہم نے دیکھا ہے کہ کیسے مغرب اور ہندوستان دونوں میں ناول اپنے سفر کی تاریخ میں،عوام کے مختلف حصوں کی زندگیوں کا حصہ بن گیا۔طباعت کی ٹکنالوجی کی ترقیوں نے ناول کو اپنے پڑھنے والوں کے چھوٹے سے حلقے سے باہر نکلنے کا موقع دیا اور مطالعے کے نئے نئے طریقوں کو متعارف کرایا۔مگر اپنی کہانیوں کے ذریعے ناول نے ان لوگوں کی زندگیوں کو شامل کرنے اور ان پر توجہ مرکوز کرنے کی اپنی صلاحیت کا بھی مظاہرہ کیا جو خواندہ اور متوسط طبقوں کے حلقوں میں اکثر جانے ہی نہیں جاتے تھے۔ہم نے ان کی کچھ مثالیں پریم چند کے یہاں دیکھیں ہیں مگر یہ دوسرے ناول نگاروں کی تخلیقات میں بھی موجود ہیں۔

مختلف پس منظر رکھنے والے لوگوں کو ایک ساتھ لانا،ایک مشترک سماج کا احساس پیدا کرتا ہے۔ اس سماج کی سب سے نمایاں شکل ملک وقوم (نیشن) ہے۔اتنی ہی اہم حقیقت یہ ہے کہ طاقت ور اور حاشیے پر رہنے والے لوگوں کو اور تہذیبوں کو شامل کرکے ناول اس سماج کی فطرت کے بارے میں بہت سے سوال اٹھاتا ہے۔ہم کہہ سکتے ہیں کہ ناول اشتراک وتعاون کا احساس پیدا کرتے ہیں،مختلف لوگوں مختلف اقدار اور مختلف سماج کی تفہیم کو فروغ دیتے ہیں۔اس کے ساتھ ہی یہ اس بات کی تفتیش بھی کرتے ہیں کہ کس طرح مختلف گروہ خود اپنی شناخت پر سوال کرنا اور غور وفکر کرنا شروع کرتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

اختصار کے ساتھ لکھیے

1۔ مندرجہ ذیل کی وضاحت کیجیے:

(a) برطانیہ میں ہونے والی وہ سماجی تبدیلیاں جن کی وجہ سے خواتین پڑھنے والیوں کی تعداد بڑھ گئی۔

(b) رابن سن کروسو کے کون سے کام تھے جو اسے ایک مثالی آبادکار کی طرح دکھاتے ہیں۔

(c) 1740 کے بعد ناول پڑھنے والوں میں غریب لوگوں کی شمولیت شروع ہوگئی۔

(d) نوآبادیاتی ہندوستان میں ناول نگاروں نے ایک سیاسی مقصد کے پیش نظر لکھا۔

2۔ ٹکنالوجی اور سماج میں ہونے والی ان تبدیلیوں کا ذکر کیجیے جس کے نتیجے میں اٹھارھویں صدی کے یورپ میں ناول پڑھنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوا۔

3۔ مختصر نوٹ لکھیے:

(a) اڑیا ناول

(b) جان آسٹن کی عورتوں کی عکاسی

(c) نئے متوسط طبقہ کی وہ تصویر جو پریکشا گرو، ناول پیش کرتا ہے۔

اختصار کے ساتھ لکھیے

تبادلۂ خیال کیجیے

(1) 19 ویں صدی کے برطانیہ میں ہونے والی ان سماجی تبدیلیوں پر بحث کیجیے جن کے بارے میں تھامس ہارڈی اور چارلس ڈکنس نے لکھا۔

(2) 19 ویں صدی میں یورپ اور ہندوستان کے ان سروکاروں کا مختصر ذکر کیجیے، جو عورتوں کے ناول پڑھنے سے متعلق پیدا ہوئے تھے۔

(3) نوآبادیاتی ہندوستان میں ناول کس لحاظ سے نوآبادکاروں اور نیشنلسٹوں دونوں کے لیے مفید تھے۔

(4) ذات کا مسئلہ ہندوستان میں ناولوں میں کس طرح شامل ہوا۔ بیان کیجیے۔ کسی دو ناولوں کا حوالہ دیجیے۔ ان طریقوں پر بھی بات کیجیے جن سے انھوں نے پڑھنے والوں کو موجودہ سماجی مسائل کے بارے میں سوچنے پر اکسایا۔

(5) ان طریقوں کو بیان کیجیے جن کے ذریعے ہندوستان میں ناول نے ایک کل ہند وابستگی کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔

تبادلۂ خیال کیجیے

پروجیکٹ

تصور کیجیے کہ آپ 3035 عیسوی میں ایک مورخ ہیں۔ ابھی ابھی آپ کو دو ناول ہاتھ لگے ہیں جو بیسویں صدی میں لکھے گئے تھے۔ یہ ناول اس زمانے کے سماج اور رواجوں کے بارے میں کیا بتاتے ہیں؟

پروجیکٹ

© NCERT not to be republished